شہادتِ حسینؓ

وہ خطوط کدھر گئے؟

تحریر: ڈاکٹر بہاء الدین برطانیہ

بلا شبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک المیہ ہے۔ جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے، چونکہ شیعہ حضرات اس المیہ کا ذمہ دار یزید کو قرار دیتے ہیں، نیز حضرت حسینؓ کے حوالے سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ''سر داد و نہ داد دست در دستِ یزید'' یعنی حضرت حسینؓ نے سر کٹا دیا مگر یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنا گوارا نہیں کیا، اسی طرح شہادت حسینؓ کے واقعے کی بنیاد پر شیعہ مصنفین اور علماء کی تحریر و تقریر سے متاثر ہو کر اہل سنت علماء کرام اور شعراء حضرات نے حضرت حسینؓ کے میدانِ کربلا میں طالبِ شہادت اور یزید کو قاتل حسینؓ قرار دے کر واقعہ کربلا کو اسلامی احیاء کی علامت قرار دے دیا، جبکہ تاریخی حقائق ان تمام مفروضات اور تصورات کی قطعی نفی کرتے ہیں، ان حقائق کی وضاحت میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اسی حوالے سے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے حضرت حسینؓ کے نام لکھے گئے خطوط کو بنیاد بنا کر واقعہ کربلا کے اسباب میں ایک بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ جو یقیناً علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ (ادارہ)

رجب ۶۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا تو ان کا بیٹا یزید مسلمانوں کا حکمران ہوا۔ حضرت حسینؓ ان دنوں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ ان سے گورنر مدینہ نے نئے حکمران کی بیعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے ۲۷ رجب کو مدینہ چھوڑ دیا اور اپنے اہل بیت کے ساتھ ۳ شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ شیعہ کی مشہور کتاب جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ: ''جب اہل کوفہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسینؓ مکہ تشریف لے آئے ہیں تو شیعانِ کوفہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہوئے۔ سلیمان نے کہا کہ امام نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے اور تم ان کے شیعہ اور ان کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو، اگر ان کی نصرت بجان و مال

کر سکو گے تو ایک عریضہ ان کی خدمت میں لکھ کر انہیں یہاں بلالو، شیعوں نے کہا کہ جب وہ اس شہر کو اپنے نور قدوم سے منور کریں گے تو ہم سب بقدر اخلاص ان سے بیعت کریں گے۔'' (دمع الھتون ترجمہ جلاء العیون، ص۴۳۰) اور شیعہ کی ایک اور مشہور کتاب ''کشف الغمہ'' میں مرقوم ہے: (وصل الخبر إلى الكوفة بموت معاوية و ولايت يزيد مكانه، فاتفق منهم جمع جم، و كتبوا كتاباً إلى الحسين يدعونه إليهم و يبذلون له فيه القيام بين يديه بأنفسهم و أموالهم و بالغوا في ذالك و تتابعت إليه الكتب نحواًمن مائة و خمسين كتاباً من كل طائفة وجماعة كتاب من جماعتهم على يد قاصدين من ثقاتهم و صورته، ''بسم الله الرحمن الرحيم، للحسين بن على أمير المؤمنين سلام الله عليك، أما بعد: فإن الناس منتظرون و لا رائي لهم غيرك، فالعجل فالعجل يا ابن رسول الله و السلام عليك) (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ از علی بن سعید اربلی ص۱۸۷) یعنی: ''یوں کوفہ سے بجانب مکہ حضرت حسینؓ کے نام خطوط کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور ''جب مبالغہ و اصرار ان کا از حد ہوا اور متعدد قاصد حضرت (حسینؓ) کے پاس جمع ہو گئے اور بارہ ہزار خط کوفہ سے آ گئے تو حضرت (حسینؓ) نے ان کے آخری خط کے جواب میں لکھا، یہ خط حسین بن علی کا مومنوں مسلمانوں شیعوں کی طرف ہے'' (دمع الھتون ترجمہ جلاء العیون، ص۴۳۱)

اس خط کے علاوہ حضرت حسینؓ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو بھی کوفہ بھیج دیا تاکہ وہ حالات کا جائزہ لے کر انہیں آگاہ کریں، ملاں باقر مجلسی کی روایت کے مطابق جب حضرت مسلم بن عقیلؓ کوفہ پہنچے تو ''وہاں ۱۸۰۰۰ کوفیوں نے بیعت کر لی۔'' (دمع الھتون ترجمہ جلاء العیون ص۴۳۲)

اس پر حضرت مسلم بن عقیلؓ نے مطمئن ہو کر حضرت حسینؓ کو خط لکھ دیا کہ حالات سازگار ہیں اس لئے وہ کوفہ تشریف لے آئیں، جب مسلم بن عقیلؓ کا قاصد یہ خط لے کر سوئے مکہ روانہ ہو گیا تو حکومتِ وقت نے کوفیوں پر سختی شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں کوفہ کے شیعہ حکومت وقت سے جا ملے اور انہوں نے قبل قدوم حضرت حسینؓ حضرت مسلم بن عقیلؓ کو شہید کر دیا۔

ادھر حضرت مسلمؓ کے خط سے مطمئن ہو کر حضرت حسین بن علیؓ ۸ یا ۹ یا ۱۰ ذی الحج کو مکہ سے کوفہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں انہیں پتہ چلا کہ کوفہ میں حالات بدل گئے ہیں اور حضرت مسلمؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ زبالہ کے مقام پر حضرت حسینؓ نے اپنے ساتھیوں کو ان حالات سے مطلع کیا اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ بدلے ہوئے حالات میں جو شخص واپس جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ اور کچھ لوگ واپس ہو گئے، بعض روایات کے

مطابق خود حضرت حسینؓ نے بھی واپسی کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ مگر مسلم بن عقیلؒ کے وارثوں نے کہا کہ ہم جب تک حضرت مسلیم بن عقیلؒ کا قصاص نہ لے لیں، واپس نہیں جائیں گے۔ اس پر آپؓ نے سفر جاری رکھا اور القرعا نامی منزل پر پہنچ گئے جو کوفہ سے تین منزل دور ایک جنکشن تھا۔ یہاں سے ایک راستہ براہ قادسیہ کوفہ جاتا تھا اور دوسرا راستہ براہ قصر مقاتل (کوفہ کو بائی پاس کرتے ہوئے) کربلا جا کر اس شاہراہ سے مل جاتا تھا جو کوفہ سے دمشق جاتی تھی۔ حضرت حسینؓ کی کربلا میں شہادت کا مطلب یہ ہے کہ بوقتِ شہادت وہ کوفہ نہیں بلکہ دمشق جا رہے تھے اور کوفہ دمشق شاہراہ پر کوفہ سے ۳۲ میل آگے نکل چکے تھے۔ (اس دور کی سڑکوں، منزلوں اور ذرائع آمد ورفت کے مطابق مکہ سے دمشق تقریباً ۱۲۸۰ میل کا سفر تھا اور دمشق سے کوفہ کا فاصلہ ۴۴۰ میل اور مکہ سے کوفہ کا فاصلہ تقریباً ایک ہزار میل تھا)۔ کربلا میں براویت علامہ طبرسی حضرت حسینؓ نے مخالف لشکر کو اپنے مستقبل کے لائحہ عمل کے بارے میں تین تجاویز پیش کیں۔ جو یوں ہیں: (أن يرجع إلى المكان الذى منه أتى، أو أن يسير إلى ثغر من الثغور رجلا من المسلمين ماله مالهم و عليه ماعليهم، أو أن يأتى إلى أمير المؤمنين يزيد فيضع يده فى يده فيرى فيما بينه و بينه) (اعلام الوری باعلام الهدی، ابی علی الفضل بن الحسن طبرسی) یعنی: (۱) مجھے واپس جانے دیا جائے۔ (۲) یا سرحد پر بھیج دیا جائے جہاں میں دیگر مسلمانوں کی طرح اپنے فرائض ادا کروں اور حقوق حاصل کروں۔ (۳) یا مجھے امیر المؤمنین یزید کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ میں اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر معاملہ طے کرلوں۔

جو تجاویز حضرت حسینؓ نے پیش فرمائیں، کوفیوں کو ان سے انکار نہیں ہوسکتا تھا، کیونکہ وہ خود بھی یزید کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی حکومت کے زیر انتظام سرحدوں پر جانے اور لڑنے کیلئے تیار تھے، اُن کا صرف ایک ہی مسئلہ تھا اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ کہیں یزید یعنی حکومت کو یہ پتہ نہ چل جائے کہ اس کے خلاف حضرت حسینؓ کو کھڑا کرنے والے کون لوگ ہیں؟ حکومت کو اجمالی طور پر معلوم تھا کہ کوفیوں نے امام کو خط لکھے ہیں، لیکن فرداً فرداً مکتوب نگاروں کے نام حکومت کو معلوم نہیں تھے۔ اس لئے وہ بچے ہوئے تھے، لیکن اگر خطوط سے بھرے ہوئے تھیلے حکومت کے ہاتھ لگ جاتے یا حضرت حسینؓ خود ۱۲ ہزار مکتوب نگاروں کے نام حکومت کے حوالے کردیتے تو ان کوفیوں کو لینے کے دینے پڑ جاتے، یزید سے حضرت حسینؓ کی صلح ہو جانے کی صورت میں دونوں کی ملاقات میں ہونے والی گفتگو میں حضرت حسینؓ کسی کے نام سے پردہ اٹھا دیتے تو حکومت اس شخص کی آنے والی نسلوں کو بھی روند کر رکھ دیتی۔

اس خدشے کی بنا پر محسوس ہوتا ہے کہ کربلا میں کوفیوں نے حضرت حسینؓ سے کہا کہ حضور! آپ جو

چاہیں کریں اور جہاں چاہیں تشریف لے جائیں، لیکن وہ خطوط کے تھیلے ہمارے حوالے کرتے جائیں۔ حضرت حسینؓ نے اس سے انکار کر دیا۔ بات بڑھتے بڑھتے چھینا چھپٹی تک پہنچی اور لگتا ہے کہ خطوط کے تھیلوں کی ''رسہ کشی'' والے رسے کی طرح کھینچا تانی ہوئی، ایک طرف عام خیال کے ۷۲ اشخاص زور لگا رہے تھے اور دوسری طرف بارہ ہزار مکتوب نگار تھے اور اس ''رسہ کشی'' یا ''خطوط کشی'' کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت حسینؓ کے ہاتھ سے خطوط بھی گئے اور وہ جان سے بھی گئے۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ واقعہ شہادت کے بعد یہ خطوط تاریخ کے صفحات سے غائب ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ حضرت حسینؓ کے قافلے کے حق میں مکمل تباہی کی صورت میں یوں سامنے آیا ہو کہ کوئی بھی بچ کر نہ نکل سکا ہو۔ وہاں اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ تھیلے کدھر گئے جن میں ہزاروں خطوط تھے۔

اگر حضرت حسینؓ کو قتل کرنے والے یزید کے آدمی ہوتے تو باقی سامان اور قیدیوں کے ساتھ خطوط بھی یزید کے پاس پہنچ جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ دوسری طرف جب ہم کوفیوں کو قاتلینِ حسینؓ کی صورت میں پہچان لیتے ہیں تو اس معمے کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے یعنی جس طرح امام حسین کا سر مبارک اور لاشہ کوفیوں کے ہاتھ آیا، اسی طرح قافلہ اہل بیت کے خیمے اور خیموں کے مکین مع سامان بھی انہی کے ہاتھ آئے۔ ہم نے کہیں نہیں پڑھا کہ حضرت حسینؓ نے اپنی شہادت سے پہلے ان خطوط کو جلا کر یا کسی اور طریقے سے ضائع کر دیا ہو۔ جب ایسا نہیں ہوا تو صاف ظاہر ہے کہ خطوط بھی کوفیوں کے ہاتھ لگ گئے اور انہوں نے کربلا کے میدان سے حضرت حسینؓ کا سر مبارک اور اسیرانِ کربلا اور ان کا سامان تو ابن زیاد اور یزید تک پہنچا دیا لیکن جس طوطے میں ان کی جان پھنسی ہوئی تھی اسے غائب کر دیا۔

اس بات کو نامکمل چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں۔ شیعہ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے کربلا کے میدان میں کوفیوں کو بعض خط دکھائے بھی تھے۔ جیسا کہ ملاں باقر مجلسی نے لکھا ہے ''جب امام عالی مقام کے ساتھ انہوں نے اپنی غداری اور مکاری کو ظاہر کیا اور خطوط مرسلہ جو امام مرحوم کے پاس محفوظ تھے دکھلائے گئے مگر وہ جفا کار شیعہ اپنی بے شرمی سے باز نہ آئے تو امام مظلوم کو فرمانا پڑا کہ ''ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔'' (دمع الھتون ترجمہ جلاء العیون ص ۴۵۲)

اور جب خطوط دیکھنے پر بھی انہیں شرم نہ آئی تو حضرت حسینؓ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

''تمہارے ارادے پر لعنت ہو، اے بے وفایان اور جفا کار غدار تم پر، تم نے شمشیر کینہ مجھ پر کھینچی۔'' (دمع الھتون ترجمہ جلاء العیون ص ۴۶۸)

(شکریہ: ماہنامہ ''صراط مستقیم'' برمنگھم)